ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت اللہ تعالیٰ

وقت 5-7 منٹ

ہستی باری تعالیٰ از روئے قرآنِ کریم

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الانعام:103-104)

قُدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

معزز سامعین! مجھے آج قرآنِ کریم کی روشنی میں ہستی باری تعالیٰ پر دلائل دینے ہیں ۔اِس عنوان پر یہ میری دوسری تقریر ہے۔ہستی کا لفظ ہست سے ماخذ ہے جو فارسی سے اردو میں آیا ہے۔ جس کے معانی وجود، قیام، موجودگی کے ہیں۔ جو مخلوق، ذی روح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب یہ لفظ انسان کے لئے استعمال ہو رہا ہو تو اِس کے معانی حیثیت، بساط، مجال کے ہوتے ہیں جیسے کسی کو اُس کی حیثیت بتلانی مقصود ہو تو کہتے ہیں۔ تیری ہستی ہی کیا ہے؟۔ لیکن تصوّف میں یہ لفظ وجودِ حق یعنی خدا تعالیٰ اور اُس کی ذات کے لئے مستعمل ہے اُس کے لئے ہستی کے ساتھ باری تعالیٰ کے الفاظ استعمال ہوں گے اور معنی یہ ہوں گے کہ کائنات میں ایک ایسی ہستی موجود ہے جو اِس کی خالق اور مالک ہے۔ جس کی تصدیق اور تائید ہمارے تمام انبیاء اور رسول ابتدائے دنیا سے کرتے آرہے ہیں۔ انہوں نے اللہُ واحدٌ کی تعلیم اپنے ماننے والوں کو دی اور واحد معبود کی عبادت کی تعلیم دیتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ بعض مذاہب کے لوگوں نے اپنی پریکٹس میں ایک سے زیادہ معبودوں کی عبادت کو شامل کر لیا اور آہستہ آہستہ اِن مذاہب کے ماننے والوں کا ایمان اور یقین اس غالب اور مقتدر ہستی پر کمزور پڑتا گیا حتّٰی کہ بعض بد قسمت لوگوں نے اِس کے وجود کا سرے سے انکار کر دیا اور دہریہ کہلائے۔ مگر یہ حقیقت بر مبنی ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے مسلّمہ مذاہب نے صرف ایک خدا کا تصوّر پیش کیا اور اُس کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور اُس سے تعلق پیدا کرنے اور اُس کی محبت اور قرب کے حصول کی راہیں بھی سکھلائیں۔

اسلام کا نبی ایک زندہ نبی ہے۔ اِس نبی کا لایا ہوا مذہب ایک زندہ مذہب ہے۔ اِس نے خدا کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ روحانی طور پر ترقی کرنے کے لئے اس پر ایمان لانا ازبس ضروری قرار دیا، اِس کے بغیر روحانی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں۔ انسان کو جتنا زیادہ خدا کی ہستی پر ایمان، یقین اور معرفت حاصل ہوتی جاتی ہے اُتنا ہی وہ گناہ کی آلودگی سے نجات پاتا جاتا ہے اور روحانی ترقی حاصل کرتا جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ ایک وراء الوراء ہستی ہے۔ وہ اپنی لطافت اور غیر محدود ہونے کی وجہ سے انسان کو مادی آنکھوں سے نظر نہیں آسکتا۔ انسان ایک حد تک خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہ مشاہدہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم مادی چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے مشاہدہ کے لئے قدم آگے بڑھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اپنا آپ اس پر ظاہر کرتا ہے۔ اسے اپنی طرف راستہ دیکھاتا ہے۔ جیسا کہ وہ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے جس کی تلاوت مَیں اپنی تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ ہے اللہ تمہارا ربّ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اُسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔ آنکھیں اِس کو نہیں پا سکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے اور وہ بہت باریک بین اور ہمیشہ باخبر رہنے والا ہے۔

اِن آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آسکتا اس لئے وہ بصارتوں تک خود پہنچتا ہے اور خود اپنا چہرہ اپنے پیاروں پر ظاہر فرماتا ہے تا کہ اُس کے لطیف ہونے اور نظروں سے پوشیدہ ہونے کے باوجود اُس کا یقین اور عرفان حاصل ہو سکے۔

سامعین! پھر خدا کی ہستی پر دلیل وہ آواز بھی ہے جو انسانی فطرت میں پنہاں ہے۔ جب انسان اپنے وجود پر غور کرتا ہے کہ کیا میرا وجود محض اتفاق کا نتیجہ ہے یا مجھے واقعی کسی ہستی نے پیدا کیا ہے۔ تو اس کے اندر سے یہی جواب آتا ہے کہ اس کی پیدائش اتفاقاً نہیں بلکہ ایک قادر و مقتدر ہستی ہے جس نے اُس کو پیدا کیا ہے اور وہی اس کا مالک ہے۔ قرآن کریم نے اس فطری آواز اور اندرونی گواہی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ‌ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ‌ ؕ قَالُوۡا بَلٰى‌ ۛۚ شَهِدۡنَا ‌ۛۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ

(الاعراف:173)

اِس کا ترجمہ یہ ہے کہ (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی صُلب سے ان کی نسلوں (کے مادّۂ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نُفوس پر گواہ بنادیا (اور پوچھا) کہ کیا مَیں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔

بعض اوقات بیرونی اثرات فطرت کی اس آواز کو دبا دیتے ہیں اور انسان اس کو پوری طرح سے سن نہیں پاتا اور پھر خدا کی ذات کے حوالے سے شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب وہ کسی انتہائی مصیبت اور آفت کا شکار ہوتا ہے تو بیرونی اثرات کے پردے چھٹ جاتے ہیں اور ایسے حالات میں یہ اندرونی فطری آواز اس کو سنائی دیتی ہے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ایسے وقت میں بڑے سے بڑا دہریہ بھی رام رام، اللہ اللہ پکارنا شروع کر دیتا ہے اور یہ بات بارہا ہمارے مشاہدے میں آئی ہے۔

قرآن نے اس حقیقت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۔ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۔ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا (بنی اسرائیل:68)

یعنی جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا ہر وہ ذات جس کو تم پکارتے ہو تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا کر لے جاتا ہے تو تم اس سے اعراض کرتے ہو اور انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔

انسانی نفوس میں چھپی خدا کی ہستی کی اس فطری دلیل کے حوالے سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ‌ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (الذاریات:22) کہ خود تمہارے نفوس کے اندر بھی۔ پس کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟۔ یعنی یہ کہ تمہاری تو اپنی ذات میں اور تمہارے نفوس میں اللہ نے اپنی ہستی کے نشانات رکھ چھوڑے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمارا خیال اس کے بنانے والے کی طرف جاتا ہے۔ جیسے میز اور کرسی کو دیکھتے ہی اُس کے بنانے والے کی طرف دھیان جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ نے خدا کے وجود پر اونٹ کی مینگنیوں کی مثال دی ہے اگر وہ جنگل میں پڑی نظر آجائیں تو فوراً خیال گزرتا ہے کہ یہاں سے اونٹ گزرا ہوگا۔ صحرا میں ریت پر کسی آدمی کے پاؤں کے نشان دیکھ کر انسان یقین کر لیتا ہے کہ یہاں سے کوئی مسافر گزرا ہے تو کیا یہ زمین و آسمان، سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھ کر خیال اس طرف نہیں جاتا کہ ان کا بھی کوئی بنانے والا ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے وجود پر شک کرنے والوں کو یہی دلیل دیتے ہوئے ان کی عقلوں کو ان الفاظ میں جھنجوڑتا ہے۔ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (ابراھیم:11) کہ اے لوگو! کیا تمہیں اس خدا کی ہستی پر شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

پس اس کائنات کی تخلیق اور اس میں پائی جانے والی ترتیب اور نظام اور پھر اس کا بے عیب اور بے نقص ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ اس کائنات کا ایک صانع یعنی بنانے والا موجود ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ بعض اوقات ہم دنیا میں ایک کام محض احتیاطاً اختیار کرتے ہیں گو ویسے کسی معقول بنا پر ضروری نہ ہو۔ مثلاً اگر ہم رات کے وقت کسی جنگل بیابان میں ڈیرہ لگاتے ہیں تو احتیاطاً پہرہ کا انتظام کر لیتے ہیں۔ اسی اصول کے ماتحت اگر ہم ہستیٔ باری تعالیٰ کو دیکھیں تو ہماری عقل یہی فیصلہ کرتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لے آنا انکار کر دینے سے بہر حال زیادہ امن اور زیادہ احتیاط کا طریق ہے۔ اگر تو کوئی خدا نہیں اور یہ سارا کارخانۂ عالم محض کسی اتفاق کا نتیجہ ہے تو ظاہر ہے کہ خدا پر ایمان لانا کسی طرح نقصان دہ نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی خدا ہے تو ہمارا یہ ایمان لاریب سراسر مفید اور فائدہ مند ہوگا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ہمارا خدا میں اس دلیل کو احتیاطی دلیل کا نام دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس حوالے سے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ فَاَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَحَقُّ بِالۡاَمۡنِ‌ۚ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ‌ۘ ۔ (الانعام:82)

یعنی سوچو کہ کون گروہ امن کے زیادہ قریب ہے، انکار کرنے والا یا ایمان لانے والا؟

کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا تھا کہ خدا کی ہستی کا کیا ثبوت ہے؟ تو آپؓ نے یہی جواب دیا کہ دیکھو! تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر تو کوئی خدا نہیں ہے تو ماننے والے اور نہ ماننے والے سب برابر ہیں۔ کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر خدا ہے تو خوب یاد رکھو کہ انکار کرنے والے کی خیر نہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم ہر چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر نہیں مانتے بلکہ بعض چیزوں کے وجود کا ہم سن کر بھی اقرار کر لیتے ہیں۔ مثلاً ہم میں سے بہت سارے ہیں جنہوں نے ملک چین کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ وہ لوگ جو وہاں سے آئے یا جو وہاں گئے انہوں نے آکر ہمیں بتایا اور ہم نے ان پر اعتبار کر کے ان کی بات کو مانا اور اس بات پر یقین کر لیا کہ اس دنیا میں ایک ملک چین نام کا موجود ہے۔ جب ہم نے عام دنیادار لوگوں کی گواہی کو تسلیم کر لیا اور ملک چین کے وجود کے قائل ہو گئے تو پھر کس طرح ہم ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں راستبازوں اور صادقوں کی گواہی کو رد کر سکتے ہیں۔ وہ ایسے سچے تھے کہ وہ سچ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ جب یہ راستباز اور صادق اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک بالا ہستی جس کو خدا کہتے ہیں موجود ہے اور وہ ان سے باتیں کرتی ہے اور اُنہیں آئندہ کی خبریں دیتی ہے اور وہ باتیں جو وہ خدا کے بتانے پر زمانہ مستقبل کے بارے میں کرتے ہیں وہ مِن وعَن پوری بھی ہوتی ہیں تو پھر کیسے ان کی اس پختہ گواہی کو رد کر کے خدا کے وجود کا انکار کیا جا سکتا ہے اور ایسے لوگ دنیا کی ہر قوم، ہر ملک اور ہر علاقے میں ظاہر ہوئے۔ الغرض تمام دنیا کی مختلف قوموں کے راستبازوں کا متفق ہو کر خدا کے وجود کا اقرار کرنا اس کے واقعہ میں موجود ہونے کا ایک بڑا بھاری ثبوت ہے۔

پھر خدا کی ہستی کی ایک بھاری دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ خدا ہے اور یہ کہ وہ خدا کی طرف سے آئے ہیں وہ ضرور کامیاب ہوئے اور وہ جنہوں نے ان کا انکار کیا ان کو جھٹلایا وہ ناکام و نامراد ہوئے۔ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ تاریخ انبیاء اس پر شاہد ہے۔ حضرتِ موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون آیا وہ ایک جابر بادشاہ تھا اُسے بڑی طاقت حاصل تھی حضرت موسیٰؑ ایک کمزور شخص تھے لیکن خدا پر ایمان اور اس کی تائید و نصرت کے وعدے آپ کے ساتھ تھے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ خدا نے کس طرح فرعون کو تہس نہس کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب و کامران کیا۔ یہی صورتحال ہمیں حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے نظر آتی ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب انبیاء کے سردار تھے آپ نے مکہ والوں کے سامنے خدا کا وجود پیش کیا۔ وہ جنہوں نے انکار کیا کیسے تباہی و بربادی اُن کا مقدر بنی یہ کسی سے مخفی نہیں۔ اللہ نے آپؐ کی زندگی میں آپؐ کو فتح اور غلبہ سے ہمکنار فرمایا۔ آج اس زمانے میں دیکھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ آپؑ نے بھی لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ آپ کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ ہر مذہب کے ماننے والوں نے آپؑ کی مخالفت کی آپؑ کو اپنے مشن میں ناکام کرنا چاہا اور آپؑ کو پیغام کو دبانے کی کوشش کی۔ لیکن ہم گواہ ہیں کہ آپؑ کے مخالفین نے ہر محاذ پر شکست کھائی اور اللہ نے آپؑ کو اور آپؑ کی جماعت کو کامیاب فرمایا۔ یہی وہ بات ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کئی جگہ پر فرمایا ہے۔ سورۃ مجادلہ آیت 22 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر کر چھوڑی ہے کہ وہ یعنی اللہ اور اس کے رسول غالب آئیں گے۔ اب خدا کے رسولوں کا ہر دفعہ غالب آنا اور ان کے مخالفین کا خائب و خاسر رہنا اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ سب طاقتوں کی مالک ہستی موجود ہے جس کی تائید و نصرت سے انبیاء کامیاب ہوتے ہیں اور ان کے مخالفین ناکام و نامراد رہتے ہیں۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کو مستحکم کرنے اور اس سے مضبوط اور قریبی تعلق پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے۔ وہ لوگ جو فلسفیانہ خیالات کے اثر کے وجہ سے دہریت کا شکار ہو گئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی پُر حکمت اور زندگی بخش تعلیم کو اس طرح پیش فرمایا کہ اس کی بدولت دہریت کا سحر ٹوٹ گیا۔ جس نے بھی آپؑ کی تحریرات اور ملفوظات سے استفادہ کیا۔ اس کی دہریت ہمیشہ ہمیش کے لئے کافور ہو گئی اور وہ نہ صرف یہ کہ خدا کی ہستی کا قائل ہو گیا بلکہ روحانی طور پر بھی خدا کے فضل سے اس کی کایا پلٹ گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک صحابی میاں محمد الدین صاحب جن کا تعلق کھاریاں سے تھا اور جو آریہ برہمو کے لیکچروں کے بد اثر کی وجہ سے دہریہ ہو چکے تھے اور لایعنی زندگی بسر کر رہے تھے انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب براہین احمدیہ کہیں سے مل گئی۔ اس کے مطالعہ نے آپ کی دہریت کو پاش پاش کر دیا۔ آپ اس بارے میں خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

”جب مَیں پڑھتے پڑھتے ہستی باری تعالیٰ کے دلائل کو پڑھتا پڑھتا صفحہ 90 کے حاشیہ نمبر 3 اور صفحہ نمبر 149 کے حاشیہ نمبر 11 پر پہنچا تو معاً میری دہریت کافور ہو گئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کہ کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہو جاتا ہے۔ سردی کا موسم تھا۔ جنوری 1893ء کی 19 ر تاریخ تھی۔ آدھی رات کا وقت تھا کہ جب یہی ہونا چاہئے اور ہے کہ مقام پر پہنچا۔ معاً توبہ کی، کورا گھڑا پانی کا بھرا ہوا باہر صحن میں پڑا تھا۔ سرد پانی سے لاچا تہ بند پاک کیا۔ میرا ملازم مسمّٰی منگتو سو رہا تھا۔ وہ جاگ

پڑا اور مجھ سے پوچھا کیا ہوا، کیا ہوا، لاچا مجھ کو دو مَیں دھوتا ہوں۔ مگر مَیں اس وقت ایسی شراب پی چکا تھا کہ جس کا نشہ مجھے کسی سے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ آخر منگتو اپنا سارا زور لگا کر خاموش ہو گیا اور گیلا لاچا پہن کر نماز پڑھنی شروع کی اور منگتو دیکھتا گیا۔ محویت کے عالَم میں نماز اس قدر لمبی ہوئی کہ منگتو تھک کر سو گیا اور مَیں نماز میں مشغول رہا۔ پس یہ نماز براہین نے پڑھائی کہ بعد ازاں اب تک مَیں نے نماز نہیں چھوڑی۔ عین جوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ ایمان جو ثریا سے شاید اوپر ہی گیا ہوا تھا اُتار کر میرے دل میں داخل کیا۔ اور مسلماں را مسلماں باز کردن کا مصداق بنایا۔ جس رات مَیں بحالت کفر داخل ہوا تھا اس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔“

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 7 صفحہ 46-47)

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اقتباس پیش ہے۔ آپؑ زندہ خدا سے اپنے زندہ تعلق کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

”ہمارا زندہ حیُّ و قیوم خدا ہم سے انسانوں کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے اور دُعا کرتے ہیں تو وہ قدرت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہئے۔ دُعائیں قبول کرتا ہے اور قبول کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مشکلات حل کرتا ہے اور جو مُردوں کی طرح بیمار ہوں ان کو بھی کثرتِ دُعا سے زندہ کر دیتا ہے اور یہ سب ارادے اپنے قبل از وقت اپنے کلام سے بتلا دیتا ہے۔ خدا وہی خدا ہے جو ہمارا خدا ہے وہ اپنے کلام سے جو آئندہ کے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے ہم پر ثابت کرتا ہے کہ زمین و آسمان کا وہی خدا ہے۔ وہی ہے جس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے طاعون کی موت سے بچاؤں گا اور نیز ان سب کو جو تیرے گھر میں نیکی اور پرہیز گاری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں بچاؤں گا۔ اس زمانہ میں کون ہے جس نے میرے سوا ایسا الہام شائع کیا اور اپنے نفس اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور دوسرے نیک انسانوں کے لئے جو اس کی چار دیواری کے اندر رہتے ہیں خدا کی ذمہ داری ظاہر کی۔“

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 448-449)

معزز سامعین! پس اسلام کا بنیادی مقصد توحیدِ الٰہی کا قیام ہے۔ اس کا ہر حکم، ہر تعلیم اور ہر ہدایت دراصل توحید ہی کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اِسی لیے اسلام کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے، یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ایک مسلمان بچے کی ولادت پر اُس کے کان میں سب سے پہلی آواز اذان اور اقامت کی صدا ہوتی ہے، جس میں تمام عظمت و جبروت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہی منسوب کی گئی ہے۔ آٹھ دس سال کا ہونے پر اُسے نماز کی تلقین کی جاتی ہے اور اُس کا ماحول ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت توحید کی آواز ہی سنتا ہے۔ اذان، اقامت وغیرہ میں اور پھر نماز میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی سامنے انتہائی تذلّل کروایا جاتا ہے اور ماسوائے اللہ سے بریّت کروائی جاتی ہے۔ ہر روز پانچ وقت کا یہ سبق ناقابل فراموش ہوتا ہے۔ مرتے وقت کے لئے بھی ارشاد نبویؐ ہے ”مَنْ کَانَ آخِرَ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ“ کہ جو شخص آخری وقت میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پابند ہوگا، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ جنازہ پڑھنے اور میت کو لحد میں اُتارنے کے وقت بھی خدا تعالیٰ کی کبریائی کا ہی سبق دیا ہے، چنانچہ فرمایا۔ اپنے قریب المرگ لوگوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب تلقین الموتیٰ لا الٰہ الا اللہ)۔ اِسی طرح ایک قریبُ المرگ بچے کے متعلق آپؐ نے شدید خواہش کا اظہار فرمایا کہ کاش! یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔ جب اُس بچے نے کلمہ طیبہ پڑھا تو آپؐ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور کہتے جاتے کہ یہ بچہ جنت میں داخل ہو گیا۔

اسلام میں جس طرح توحید پر زور دے کر اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے، ویسے ہی توحید کے متبادل شرک کی مذمت بھی بہت کی ہے۔ قرآنِ مجید اس پہلو سے بھی واضح احکام سے بھرا پڑا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا (النساء:49) کہ یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اُس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ افترا کیا ہے۔ حدیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی روشنی میں شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ؟ کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَكَ۔ یعنی یہ کہ تُو کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر ٹھہرائے، حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بصیرت نے دیکھا کہ مجھ سے پہلے بعض نبیوں کو لوگوں نے خدا یا خدا کا بیٹا بنایا تھا، ایسا نہ ہو کہ میری اُمّت کے لوگ بھی میرے کاموں کی وجہ سے کبھی شرک کے گندے عقیدے میں مبتلا ہو جائیں، اس لئے آپؐ کسی فرد کے مسلمان ہونے پر اُس سے اقرار لیتے ۔ ”اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ“ کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۔ گویا آپؐ نے توحید کو راسخ کرنے کے لئے ابتداء سے ہی ایک مسلمان کو توحید کا سبق دیا۔ نیز انبیاء پرستی، اولیاء پرستی اور قبر پرستی سے بڑی سختی سے منع فرمایا اور بڑی سخت تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ اس ضمن میں بڑی واضح اور قطعی احادیث موجود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو مَیں آپؐ کی قبر کو کھلا رکھتی لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں اُسے بھی مسجد نہ بنالیا جائے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدعت کے ڈر سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا ءَ لَعِنَ اللّٰہُ قَوْمًا اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِھِمْ مَسَاجِدَ

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 246 مطبوعہ بیروت)

کہ اے اللہ! میری قبر کو بت پرستی کی جگہ نہ بنانا، اللہ اس قوم پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنالیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کے بگاڑ کے نتیجے میں اپنی امت کو اس بگاڑ سے ہوشیار کیا اور اس بدعت میں پڑنے سے سختی سے روکا۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غور سے سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنالینا، مَیں تمہیں اس سے سختی سے منع کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ باب النھی عن بناء المسجد علی القبور)

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ امت محمدیہ اس فرمان محمدیؐ پر کاربند ہے۔ لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک طبقہ اپنی جہالت کی وجہ سے قبر پرستی اور اولیاء پرستی جیسی گمراہی میں پڑ گیا۔ حالانکہ ان کے اس فعل کا اسلام سے دور دور کا بھی تعلق نہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے ظاہر ہے۔ اولیاء پرستی کی یہ بدعت بگڑے ہوئے مسلمانوں کا فعل ہے اور مسلمانوں کی اکثریت قبر پرستی کرنے والی اس اقلیت کو رڈ کرتی ہے اور ان کے اس فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ پس ایک محدود طبقے کے خود ساختہ اور خود وضع کردہ عقائد و عادات کو پورے اسلام پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”پس نشان دکھانا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا ہے۔ آپؐ نے ہمیں ان آیات کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر اُتاریں یہ بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے اس کی راہ میں کوشش اور جہاد ضروری ہے۔ پس یہ نشانی بتادی۔ اب کوشش کرنا تمہارا کام ہے۔ علامات بتادیں، دلائل دے دیے کہ خدا ہے اور ہونا چاہئے۔ دنیا کو پیدا کرنے والا ہے، زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے تمہاری کوشش ضروری ہے۔

پس اللہ تعالیٰ پیروں فقیروں کے ذریعہ سے نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے آپؐ کو بتائے ہوئے جو طریق ہیں ان پر عمل کرنے اور چلنے سے ملتا ہے اور پھر اگر خدا تعالیٰ کی علامتوں کا پتہ کرنا ہے تو پھر معجزات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے۔ وہ معجزے بھی، اعجازی نشان بھی سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دکھائے ہیں۔ پیروں فقیروں کے اعجازی نشان زیادہ نہیں ہوسکتے۔ اُن اعجازی نشانوں کو چھوڑ کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے یہ جو نام نہاد فقیروں کے معجزات ہیں، پیروں فقیروں کے معجزات کے نام پر جو دھوکے ہیں ان کو خدا سے ملنے کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ خود اپنے نفس پر بھی ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس اللہ اس تک خود پہنچتا ہے جو ان علامات کے مطابق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اُس طریق کے مطابق تلاش کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آیات میں بیان کئے ہیں۔ پس اس کے مطابق ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو تلاش کریں۔“

(خطبہ جمعہ 21 دسمبر 2007ء)

فرمایا:

" دنیا کو تباہی سے بچانے کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ لوگ رحمٰن خدا کو سمجھیں ورنہ رحمٰن خدا کے احسانوں کی قدر نہ کرنے کی وجہ سے ایسے عذابوں میں مبتلا ہوں گے جو کبھی بیماریوں کی صورت میں آتا ہے۔ کبھی ایک دوسرے کی گردنیں مارنے کی صورت میں آتا ہے۔ کبھی ایک قوم دوسری قوم پر ظالمانہ رنگ میں چڑھائی کر کے ان سے ظالمانہ سلوک کر کے عذاب کو دعوت دیتی ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمینی اور سماوی عذاب آتے ہیں۔ پس دنیا کو ان عذابوں سے بچانے کی کوشش کرنا ہمارا کام ہے، جس کا بہترین ذریعہ جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑنا ہے کیونکہ مُردوں کو زندگی دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا فرض ہے جو احمدیت میں شامل ہونے کے بعد ہم پر عائد ہوتا ہے۔ اپنے اپنے ماحول میں، اپنے عمل سے بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی رحمٰن خدا کا یہ پیغام پہنچائیں۔ اس انعام کا دوسروں کے سامنے بھی اظہار کریں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اور یہ کرنے سے ہی پھر ہم بھی رحمٰن خدا سے ڈرنے والوں میں شمار ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہی، اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف جو اس کی محبت حاصل کرنے کے لئے ہو، اس کا یہ پیغام پہنچا رہے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 19 جنوری 2007ء)

پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس زندہ خدا کا پیغام اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی اتباع میں دنیا کو پہنچانے والے ہوں اور دنیا کو یہ احساس دلانے والے ہوں کہ زندہ خدا ہے، موجود ہے، اب بھی سنتا ہے، نشان بھی دکھاتا ہے۔ اس کی طرف لَوٹو۔ اس کی طرف آؤ۔ اور ہم خود بھی اس خدا سے زندہ تعلق پیدا کرنے والے ہوں اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس کی صفات کا صحیح ادراک حاصل کرنے والے ہوں۔ اس کے انعامات کے وارث ہوں۔ ہماری نسلیں بھی اور ہم بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شرک سے ہر طرح محفوظ رہیں۔"

(خطبہ جمعہ 18 اپریل 2014ء)

(اِس تقریر کی تیاری میں گوگل پر موجود ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے)

✡✡✡✡